ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.5,Issue No.2(2023)
(July to September)

اُردو شاعری میں اِمیجری کا ارتقا: ابتدا سے دورِ جدید تک

Evolution of Imagery in Urdu Poetry: From Beginning to Contemporary age

ڈاکٹر رفعت چوہدری
لیکچرار، شعبہ اُردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ
عظمیٰ نورین
لیکچرار، شعبہ اُردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ
نعمت اللہ ارشد گھمن
پی ایچ۔ڈی اسکالر (اُردو)، مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد

Dr. Rifat Choudhry
Lecturer, Department of Urdu,G C Women University, Sialkot
Uzma Noreen
Lecturer, Department of Urdu,G C Women University, Sialkot
Nemtullah Arshad Ghuman
Ph.D Scholar, Department of Urdu,Muslim Youth University, Islamabad

Abstract:
This research paper explores the evolution of imagery in Urdu poetry, tracing its development from the classical era to the contemporary landscape. It examines how Urdu poets, from Mir Taqi Mir and Mirza Ghalib in the classical period to Allama Iqbal, Faiz Ahmed Faiz, and contemporary poets like Ahmed Nadeem Qasmi, Ahmed Faraz, have employed imagery to convey emotions, cultural nuances, and societal critiques. The paper highlights the transformation of imagery techniques, from traditional metaphors to innovative symbolism and surrealism, as well as the influence of cultural and social factors on its evolution. By studying the changing themes and contexts, this research sheds light on Urdu poetry's ability to adapt and remain a potent reflection of its times.

Keywords: Imagery, Urdu Poetry, Modernization, Current Era, contexts ,Evolution, themes, reflection

کائنات کی مختلف اشیاء اور کیفیات کے صحیح تصور کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے کچھ خیالات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں کبھی کبھی ان خیالات سے اس شے کی اصلیت کا بھی انکشاف ہوتا ہے ذہن میں پیدا ہونے والے یہی خیالات جو چشم دید سے پرے ہوتے ہیں اور کسی حقیقت یا کیفیت کا اظہار کرتے ہیں امیج کہلاتے ہیں۔ یہ امیج کبھی اشیاء کی ماہیت سمجھانے کے کام آتے ہیں اور کبھی کسی چیز کا نقشہ قائم کرنے میں۔ جنت، جہنم، جبریل اور دوزخ کا ہمارے ذہنوں میں ایک تصور قائم ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ انسانی آنکھ دور کھڑی ان چیزوں کو اصل ماہیت کے ساتھ دیکھ رہی ہے یہی قائم ہونے والا ذہنی نقشہ اور ذہنی شکل امیج کہلاتا ہے۔ امیج کے واضح اظہار کے لیے الفاظ اور آواز کو ذریعے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے الفاظ اور آواز کے ذریعے ذہن میں پیدا ہونے والے نقشے کو

سامعے یا قاری کے ذہن میں بھی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسی نقشے پیکر یا امیج کو لفظی اِمیجری کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات تخلیق کار ایسے پر جاذب طریقے سے لفظی اِمیجری کا استعمال کرتا ہے کہ مذکورہ اشیاء کا نہ صرف خاکہ ذہن میں منقش ہو جاتا ہے بلکہ اس کی چلتی پھرتی تصویر بھی آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے اس سلسلے میں یوسف حسین خاں لکھتے ہیں۔

"لفظوں میں تصور پوشیدہ ہوتے ہیں ہر تصور اپنا ایک پس منظر رکھتا ہے جو ہمیں ذہنی طور پر ایک مخصوص گرد و پیش میں لے جاتا ہے جس سے بھولی بسری یادیں تازہ ہوتی ہیں ان یادوں کا تعلق حافظہ اور شعور سے بھی ہوتا ہے اور بعض وقت تحت الشعور سے بھی یہ یادیں جذبے اور تخیل میں حل ہو کر خیالی اِمیجری یا خیالی پیکر تراشی بنتی ہیں"۔ (۱)

امیج دراصل کسی بھی چیز کی ہو بہو نقل یا عکس کو کہا جاتا ہے لیکن امیج اِمیجری کے بغیر نامکمل ہے کیونکہ امیج کے ساتھ صرف تصویر کا ہی نہیں بلکہ اِمیجری یعنی تصور کا بھی رشتہ ہوتا ہے اسی لیے شاعری میں جب اِمیجری کی بات کی جاتی ہے تو اس سے مراد ایسی تصویر لی جاتی ہے جو تخیلی اور تمثیلی ہو اور بڑی حد تک اپنی اصل کے قریب ہو کوئی سادہ فوٹو اس وقت تک فنّی یا فن کارانہ مہارت حاصل نہیں کر سکتی جب تک اس میں اشاریت یا ایمائیت موجود نہ ہو اور وہ سامعہ کے ذہن کو اپنی طرف متوجہ نہ کر لے یہ خوبی اِمیجری میں موجود ہے کہ یہ ہمارے جذبے اور خیال کو ایک نئی جہت معنویت اور جلا بخشتی ہے اسی لیے اِمیجری کو شاعری کا ایک ضروری جز خیال کیا جاتا ہے۔ اِمیجری کی تعریف یوں بھی کی جا سکتی ہے:

"کسی امیج کو زبان دینا اِمیجری ہے یہ زبان خواہ رنگوں کی ہو یا حرفوں کی، تراش خراش اور تہذیب کی ہو یا شاراتی اور علامتی، آواز و آہنگ کی ہو یا خطابت کی"۔ (۲)

اِمیجری کو جمالیاتی تنقید کی علامت سمجھا جاتا ہے شاعر یا ادیب الفاظ کے ذریعے کسی بھی چیز کی وہ تصویر پیش کرتا ہے جو تہ در تہ کیفیات اور تصورات کی شکل میں اس کے ذہنی تجربوں میں آتا ہے جبکہ خارجی دنیا میں اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ اِمیجری کا تعلق ذہن میں بننے والی شکلوں اور تصویروں سے ہوتا ہے یہ تصویریں مجرد غیر مجرد، مرئی اور غیر مرئی، محسوسات اور غیر محسوسات، مادی اور غیر مادی، خیالی، اصلی اور نقلی تصویروں پر مشتمل ہو سکتی ہے اِمیجری لفظوں سے بنی ہوئی تصویر ہوتی ہے۔ ابو الاعجاز حفیظ صدیقی یوں لکھتے ہیں:

"امیج یا اِمیجری سے مراد کسی شے کی وہ تصویر ہے جو شاعر کے مہیا کیے ہوئے الفاظ کے ذریعے ہماری چشم تصور چشم خیال کے سامنے آتی ہے"(۳)

اِمیجری اور قوت متخیلہ کا گہرا تعلق ہے انسانی زندگی کے ساتھ نئے خیالات اور نئے خیالات کے ساتھ نئے پیکر معرض وجود میں آتے رہیں گے لہذا امیجری کی حدود یا اقسام کا تعین ممکن نہیں ہے۔ البتہ بصری اِمیجری، سامعی اِمیجری، ذوقی اِمیجری، مجرد اِمیجری، متحرک اِمیجری، ذہانتی اِمیجری، یادداشتی اِمیجری، ترکیبی اِمیجری اور تکراری اِمیجری اس کی اہم اقسام میں شمار ہوتی ہیں۔

اُردو شاعری اور اِمیجری کا قدیم تعلق ہے بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اُردو شاعری میں اِمیجری کی روایت اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود اُردو شاعری اُردو شاعری کا سلسلہ امیر خسرو سے شروع کیا جائے یا ولی دکنی سے ابتدا سے ہی اُردو شاعری میں اِمیجری کا رنگ موجود تھا اُردو شاعری اِمیجری کا آئنہ خانہ ہے۔ ولی دکنی، میر تقی میر، مرزا غالب، میر انیس، علامہ اقبال، درد اور جدید شعراء میں

فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی، ناصر کاظمی، جاں نثار اختر، منیر نیازی، شہزاد احمد، میر اجی، مجید امجد اور احمد فراز کی شاعری اِمیجری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اِمیجری کے لیے مختلف اصطلاحات استعمال کی جاتی تھیں اسے تمثال نگاری، پیکر تراشی، امیج یا محاکات بھی کہا جاتا تھا۔

ولی دکنی کو جمال دوست شاعر کہا جاتا ہے ان کی شاعری کی ایک بڑی خصوصیت اِمیجری ہے انھوں نے نہ صرف انسانی حسن کی سراپا نگاری کی بلکہ اس میں فطرت کے پھیلے ہوئے رنگوں کو بھی سمونے کی کوشش کی ان کی اِمیجری بت پرستی ہی نہیں متحرک رنگوں سے بھی بھری پڑی ہے ان کی شاعری زیادہ تر بصری امیجز کو حرکت میں لاتی ہے اِمیجری کی روایت ان کی شاعری میں بدرجہ اتم موجود ہے وہ جس طرح محبوب کا نقشہ کھینچتے ہیں اس کی تصویر آنکھوں کے سامنے گھوم جاتی ہے وہ محبوب کے خدوخال کو اتنی خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں کہ محبوب سراپا نگاری کی شکل میں قاری کے سامنے آجاتا ہے

یو تل تجھ مکھ کہ کعبہ میں مجھے اسودِ حجر دِستا
زنخداں میں ترے مجھے چاہ زمزم کا اثر دِستا
پریشاں سامری کا دل تری زلف طلسمی میں
زمرد رنگ یوں تل مجھ کو سحر باختر دِستا(۴)

میر تقی میر کی شاعری نہ صرف ان کے ذاتی المیہ کو بیان کرتی بلکہ اس دور کے نامساعد حالات کی بھی عکاسی کرتی ہے میر تقی میر کی شاعری کو پڑھنے سے اس دور کی معاشی بدحالی، حکومتی اختلافات اور معاشرتی اونچ نیچ کی ایک تصویر ذہن میں قائم ہو جاتی ہے ان کی شاعر اس دور کے ماحول کی مکمل منظر کشی کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری آپ بیتی کم اور جگ بیتی زیادہ نظر آتی ہے۔ میر کی اِمیجری دوسرے شعرا سے بالکل مختلف ہے میر نے اپنی شاعری میں رزم و بزم، گلی، کوچہ، لہو، آگ، نگر، خون، دھول، دھواں، بیاباں، آوارگی اور زنجیر جیسے پیکر تراشے ہیں۔

میر تقی میر کی اِمیجری بے حس اور بے جان نہیں بلکہ زندگی، حرکت اور شدید حرکت پر مشتمل ہے۔ میر نے نہ صرف قدیم تشبیہات کا استعمال کیا بلکہ نوع بہ نوع اختراعات سے بھی کام لیتے رہے۔ میر ذہنی طور پر روش انسان سے ہٹ کر چلے میر کے پیکر فضا آفرینی سے بھی معمور ہیں میر نے ذہنی اور جذباتی خیالات کے واضح امیجز پیش کیے۔

ان نے کھینچا ہے میرے ہاتھ سے داماں اپنا
کیا کروں ، گر نہ کروں چاک گریباں اپنا
بھرے رہتے ہیں سارے پھول ہی جس کے گریباں میں
وہ کیا جانے کہ ٹکڑے ہیں جگر کے میرے داماں میں(۵)

میر انیس کا میدان ولی دکنی اور میر تقی میر سے الگ ہے میر انیس مرثیہ میں ایک بڑا اور اہم نام ہے مرثیہ اور غزل اپنی اپنی حدود کے پابند ہیں ولی، میر اور غالب نے اگر غزل میں نام کمایا تو میر انیس نے مرثیہ میں اپنے فن کے جوہر دکھائے وہ اظہار بیان پر بڑی قدرت رکھتے تھے اسی فن نے ان کے کلام کو مصوّرانہ بنا دیا ان کا کلام اِمیجری کا مکمل نمونہ پیش کرتا ہے خاص طور پر رزم سے متعلق ان کا ہر ایک لفظ ایک امیج کی شکل پیش کرتا ہے میر انیس اس قدر جاندار مصوری پیش کرتے ہیں کہ سخت گیر نقاد بھی ان کی تعریف پر مجبور ہو جاتے ہیں اس حوالے سے کلیم الدین احمد لکھتے ہیں:

"انیس واقعہ نگاری میں کمال رکھتے ہیں انسانی کردار وافعال خصوصاً جنگ ونزاع تو نہایت جوش وصفائی سے بیان کرتے ہیں۔۔۔۔۔انسانی افعال ساکن ہوں یا متحرّک وہ ہر دورخ کی تصویر یکساں کھینچتے ہیں وہ واقعہ کی بجنسہ نقل نہیں کرتے بلکہ اپنے تخیل سے اس میں رنگ بھرتے ہیں ان کا دعویٰ بے جا نہیں۔۔۔۔۔۔ کہ خوں برستا نظر آئے جو دکھاؤں صف جنگ یا بجلیاں تیغوں کی آنکھوں میں چمک جائیں ابھی"۔(۶)

اِمیجری کی فنّی روایت جوش ملیح آبادی کے بغیر ادھوری ہے اگرچہ جوش اور اقبال کے عہد میں بڑا فاصلہ ہے لیکن اِمیجری کے میدان اگر یہ کہا جائے کہ جوش کا مقام اقبال سے زیادہ ہے تو بے جانہ ہوگا کیونکہ جوش کو تشبیہات کا بے تاج بادشاہ بھی کہا جاتا ہے جوش الفاظ کو مختلف انداز میں استعمال کرنے کا ڈھب جانتے ہیں۔

کشتی رواں ہے زیست کے دریائے زہر میں
بجلی تڑپ رہی ہے مسّرت کی لہر میں
تابندگی کے راز سے محرم نہیں رہے
وہ روئے گل پہ قطرہ شبنم نہیں رہے
محویّت جنوں میں میری یاس مٹ گئی
دل یوں مٹا کہ قوّت احساس مٹ گئی (۷)

مرزاغالب اُردو شاعری کا ایک بڑا نام ہے اِمیجری ان کے کلام میں جگہ جگہ نظر آتی ہے اگر یہ کہا جائے کہ ان کی شاعری ایک تصویری البم ہے تو بے جانہ ہوگا غالب نے آگ ،تپش، شمع ،چراغ،انجم، آوارگی ،برق رفتاری، سیلاب ،دشت،بیاباں، جنوں، فرہاد، صحرا، موج اور آبلہ پائی جیسے پیکر استعمال کیے اِمیجری کے حوالے سے ان کا کلام بڑا چُست نظر آتا ہے مرزاغالب کی شاعری میں صوتی اور بصری پیکر زیادہ تعداد میں موجود ہیں عموماً غالب کی شاعری مخلوط امیجز(لمسی،صوتی ،ذوقی ،مجرد، متحرک، تکراری)کا نمونہ نظر آتی ہے غالب کے کلام میں اِمیجری معنی اور موضوع سے الگ نہیں بلکہ مکمل طور ہم آہنگ نظر آتی ہے غالب کا کلام تصورآفرینی سے معمور ہے۔

ہوئے مر کے ہم جو رُسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا(۸)

قاضی افضال حسین غالب کی اِمیجری کو یوں بیان کرتے ہیں:

"غالب اپنی ذات اور اس کے حوالے سے کائنات کے اسرار کو پیکروں کی زبان میں بیان کرنے میں زیادہ انہماک دکھاتا اور حیرت محوس کرتا ہے ان موضوعات کے لیے ان کے تراشے ہوئے پیکروں میں تنوع۔۔۔۔۔دوسرے شعرا سے کہیں زیادہ ہے۔

موج سراب دشت وفا کا نہ پوچھ حال
ہر ذرّہ مثل جوہر تیغ آبدار تھا (۹)

اُردو شاعری میں اِمیجری کی بات کی جائے تو اقبال ہر میدان کی طرح یہاں بھی اپنی انفرادیت کے جھنڈے گاڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اقبال کا شمار وسطی اور جدید دونوں دور میں ہوتا ہے اقبال نے جہاں قوم کو خواب غفلت سے جگایا وہاں شاعری میں بھی نئے افق کی روح پھونکی شاعری سے نہ صرف فرسودہ روایات کا خاتمہ کیا اس میں ہئیت کے نئے تجربے بھی کیے ان کی شاعری کا ہر لفظ ایک چلتا ہوا پیکر ہے۔ انھوں نے ایسی تمثال نگاری کی کہ لوگ اس سے چونک گئے اقبال نے شاعری سے عشق و عاشقی کی رسم کو پیچھے چھوڑتے ہوئے اسے زندگی کے ساتھ ملا دیا شاعری میں تلمیحات، استعارات اور صنائع بدائع کا وافر استعمال کیا ان کی شاعری میں اعلیٰ پائے کی اِمیجری موجود ہے۔ ان کے اشعار کو پڑھنے سے خیالات اور احساسات کی ایک چلتی پھرتی تصویر نظر آتی ہے۔ اقبال کے محوہائے فکر اُردو شاعری کے دوسرے شعرا سے بالکل مختلف ہیں اقبال کی شاعری کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اسلامی دانش کو جمالیاتی رنگ کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی اقبال کے پیکروں میں تنوع پایا جاتا ہے ان کے کلام میں تشبیہات، استعارات اور شعری اسلوب بے مثل ہے ان کی شعری لسانیات اپنی ہیں۔

پانی کو چھو رہی ہے یوں جھک کے گل کی ٹہنی
جیسے حسیں کوئی آئینہ دیکھتا ہو　　(۱۰)

اقبال نے ایسے پیکر تراشے ہیں جو عام انسان کے ادراک سے باہر ہیں اور ان کو صرف حواس کے ذریعے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے اقبال کے ہاں اِمیجری دو صورتوں میں نظر آتی ہے اول تو انھوں نے سہل الفاظ سے اِمیجری کی اور دوسری یہ کہ انہوں نے نت نئی تراکیب کے ذریعے مرکب امیجز تخلیق کیے قاضی افضال حسین کے بقول:

> "اقبال کے اشعار میں زیادہ تر پیکر یا امیج فضا اور آسمان سے متعلق ہیں ان کا پسندیدہ شاہین کا علامتی پیکر خود فضا کی وسعت اور آسمان کی بلندی کی طرف ذہن کو منتقل کر دیتا ہے۔۔۔۔ ایک اچھے شاعر کے لیے پیکر شعری معمول کا ناگزیر اور نہایت اہم جز ہیں۔۔۔۔"(۱۱)

علامہ اقبال نے ابتدا میں کچھ ایسی نظمیں بھی کہیں جن کو کلام میں شامل نہ کیا گیا جن میں فریاد امّت، اشک خوں اور یتیم کا خطاب وغیرہ شامل ہیں اسی طرح اقبال نے اپنی مشہور نظم "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا"، کا عنوان پہلے "ہمارا دیس رکھا" جب کہ بعد میں اسے "ترانہ ہندی" کے نام سے مجموعہ کلام میں شامل کیا گیا اسی طرح اقبال نے پہلے نظم "شکوہ" لکھی تو دنیاں میں ایک طلاطم برپا ہو گیا مگر اس کے کچھ عرصہ بعد جوابی کاروائی کے طور پر نظم "جواب شکوہ" لکھی گئی جو پہلی کی نظم کی تردید تھی ااس کے علاوہ بھی اقبال کے کلام میں تبدیلی نقطہ نظر کے تفاعل موجود ہیں پیکروں میں تبدیلی جدیدیت اور وقت کے تقاضوں کے باعث ہوئی۔ علامہ اقبال نے شاہی مسجد لاہور میں نظم "حضور رسالت مآب میں" پڑھی اس نظم کے پڑھنے سے حاملین محفل پر ایک رقّت طاری ہو گئی کیونکہ اقبال نے نظم کو اس سوز اور انداز میں پڑھا کہ واقعات کی تصویر لوگوں کے سامنے پھر گئی۔

اشعار حضور رسالت مآب میں پڑھی

گراں جو مجھ پہ ہنگامۂ زمانہ ہوا
جہاں سے باندھ کے رختِ سفر روانہ ہوا
قیودِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن
نظامِ کُہنۂ عالم سے آشنا نہ ہوا(۱۲)

احمد ندیم قاسمی نے نہ صرف افسانہ نگاری میں نام کمایا اس کے علاوہ بھی زندگی کے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا شاعری ان کا پسندید مضمون رہی ان کی شاعری میں اِمیجری دکھائی دیتی ہے۔ ان کے خیالات بڑے دلکش ہیں جیسے انھوں نے محبوب کے آنے سے پہلے اور جانے کے بعد کے جذبات اور احساسات کو بیان کیا وہ قلبی کیفیت بڑی دل پذیر ہے۔

خموش راتوں میں جو دھڑکنیں بکھرتی رہیں
میں ان کو ایک لڑی میں پرو کے لایا ہوں
تو ان کو صرف اچٹتی ہوئی نظر سے نہ دیکھ
کہ میں ستاروں سے اڑ کر زمیں پہ آیا ہوں(۱۳)

ناصر کاظمی احساسات کے شاعر مانے جاتے ہیں انھوں نے شاعری میں حسی اور بصری اِمیجری کے شان دار نمونے پیش کیے ان کی شاعری ادراکیت اور احساسیت کا امتزاج ہے۔

یہ شب یہ خیال و خواب تیرے
کیا پھول کھلے ہیں منہ اندھیرے
جنگل میں ہوئی ہے شام ہم کو
بستی سے چلے تھے منہ اندھیرے(۱۴)

ان کے علاوہ اُردو شاعری میں جاں نثار اختر بھی اِمیجری میں نمایاں مقام رکھتے ہیں ان کی شاعری میں رجایئت کے ساتھ اِمیجری کے نمونے بھی موجود ہیں۔

دیکھوں ترے ہاتھوں کو تو لگتا ہے ترے ہاتھ
مندر میں فقط دیپ جلانے کے لیے ہیں
یہ علم کا سودا ، یہ رسالے ،یہ کتابیں
اک شخص کی یادوں کو بھلانے کے لیے(۱۵)

منیر نیازی جدید اُردو شاعری کا ایک بڑا نام ہے وہ شام کے شاعر کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں ان کی شاعری میں پیکر اِمیجری کے ساتھ شکست خوردہ تاریخ اور دیومالائی عناصر موجود ہیں۔ منیر نیازی نے جو محبوب کا تصور پیش کیا اس کو پڑھنے سے سرمستی و سرخوشی اور سرشاری کے حسین جذبات اور خیالات آنکھوں کے سامنے رقص کرنے لگتے ہیں۔

یہ سب چاند، تارے
بہاریں، خزائیں بدلتے ہوئے موسموں کے ترانے
ترا حسن میری نم آلود آنکھیں
تصور کے ایواں، نگاہوں کی کلیاں، لہو کے افسانے(۱۶)

جدید شعرا میں شہزاد احمد بھی شامل ہیں جن کی شاعری میں اِمیجری موجود ہے۔ شہزاد احمد لکھتے ہیں:

اس دوشیزہ مٹی پر نقشِ کف پا کوئی بھی نہیں
جھڑتے پھول ، برستی بارش ، تیز ہوا کوئی بھی نہیں

یہ دیواریں اور دروازے سب آنکھوں کا دھوکا ہے
کہنے کو ہر باب کھلا ہے اور کھلا کوئی بھی نہیں(۱۷)

اس طرح اگر دیکھا جائے تو اِمیجری ابتدا سے اُردو شاعری میں موجود تھی شعرا جو بھی غزل یا نظم کہتے وہ اِمیجری کا نمونہ ہوتی نظم کے حوالے سے ایک بڑا نام نظیر اکبر آبادی کا بھی ہے جس نے اپنی نظموں میں الفاظ کے ذریعے مختلف طبقوں کی منظر کشی کی ہے مثلاً شب برات، ہولی، جوانی، بڑھاپا، آٹا، دال، مفلسی وغیرہ وغیرہ جیسے موضوعات پر نظمیں لکھ اِمیجری کا ثبوت دیا ہے۔ اس کے علاوہ جدید شعرا میں مجید امجد کی شاعری میں بھی اِمیجری کے بے شمار نمونے موجود ہیں وہ لفظوں سے کائنات کے حسن، خشبوؤں اور ذائقوں کی تصویر کشی کرتے ہیں ان کی شاعری میں سمعی، شامی اور ذوقی اِمیجری موجود ہے۔ بقول ڈاکٹر سید عامر سہیل:

"مجید امجد کے یہاں بصری، سمعی، شامی اور ذوقی امیج کہیں انفرادی اور کہیں اجتماعی شکل میں جلوہ گر ملیں گے۔۔(۱۸)

اُردو شاعری میں اِمیجری کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابتدا سے آج تک جتنے بھی شعرا گزرے ان کے کلام میں اِمیجری کے نمونے جابجا موجود تھے اِمیجری امیجز سے وجود میں آتی ہے اور امیجز خیالات سے پیدا ہوتے ہیں یا ایسی چیزوں سے جن کا انسان نے مشاہدہ یا تجربہ کیا ہو۔ کسی بھی عظیم شاعر کا ذہن خیالات اور تصورات سے خالی نہیں ہو سکتا ایک شاعر جب شاعری کرتا ہے تو اس وقت اس میں مسّرت کی لہر موجود ہوتی ہے مگر انسانی فطرت سے انکار ممکن نہیں کہ کچھ عرصہ بعد شاعر خود ہی اپنا نقاد بن جاتا ہے جو اشعار پہلے اس کے لیے باعث مسّرت تھے وہی اشعار اس کی تنقید کی زد میں آجاتے ہیں۔ وہ اشعار میں کمی بیشی کرتا ہے ایسا اس وقت ہوتا ہے جب اس کے ذہن میں خیالات کی ایک نئی دنیا جنم لیتی ہے۔

پیکر کی فطرت دوہری حیثیت رکھتی ہے ایک تو یہ کا شاعر ان خیالات کا نقشہ اتارتا ہے جو باہری دنیا سے تعلق رکھتے ہیں عالم خاکی میں رونما ہونے والے تغیر، حادثات اور واقعات شامل ہوتے ہیں کسی بھی چیز کا عکس اس وقت تک اخذ نہیں ہو سکتا جب تک انسان ان سے دوچار نہ ہوا ہو یا بذات خود ان کا مطالعہ نہ کیا ہو دوسرا یہ کہ جو کچھ انسان کے اندر چل رہا ہوتا ہے جو کچھ وہ باطن کی آنکھ سے دیکھتا ہے شاعر دل کے نہاں خانے میں جو محسوس کرتا ہے اس الفاظ کی صورت میں ایک تصویر بنا دیتا ہے اسے لفظی اِمیجری کہا جاتا ہے جب تک شعر ایک تصویر کی صورت میں سامنے نہیں آتا وہ تفہیم سے باہر ہو گا یہ کام پیکر تراشی یا اِمیجری کے بغیر سرانجام نہیں دیا جاسکتا۔ شعر کی غایت تک پہنچنا اور اس سے سچی آگہی حاصل کرنا اِمیجری کے ذریعے ممکن ہے ایک طرح سے اِمیجری مکمل طور پر شاعری میں سرایت کر چکی ہے اُردو شاعری کو اِمیجری سے الگ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہر شعر بذات خود ایک پیکر ہوتا ہے اِمیجری اس قدر شاعری کی تفہیم کے لیے ضروری ہے کہ اسے شاعری کی روح سمجھا جاتا ہے کسی قول، بات یا شعر کو اس وقت تک نہیں سمجھا جاسکتا جب تک اس کی تفہیم نہایت واضح اور روشن ہو کر سامنے نہ آجائے اِمیجری اس ضمن میں پورا حق ادا کرتی ہے اور چیزوں کو واضح کر کے پورا ایک منظر نامہ سامنے لے آتی ہے اِمیجری اور شاعری کا رشتہ ناتہ شروع سے ہی ایک ساتھ چلتا آرہا ہے۔

اِمیجری کی مثال عملی زندگی میں بھی دیکھی جاسکتی ہے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جُدا ہونے والے شخص کے سامنے اگر آپ فرقت سے لبریز چند اشعار پڑھ دیں تو وہ بھی رونا شروع ہو جاتا ہے یا کسی بے گناہ پر ہونے والے ظلم کی داستان آپ کسی مخلص انسان کے سامنے بیان کر دیں تو وہ ساتھ مل کر رونا کیوں شروع کر دیتا ہے کیا آپ نے کبھی سوچا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو امیج جو خیالات انسان کے ذہن میں موجود ہوتے ہیں وہ حد درجہ دوسرے انسان کے امیج، تصورات اور خیالات کے ہم رنگ

اور ہم شکل ہو جاتے ہیں کیونکہ بیان کرنے والے نے جو تصویر اس کے ذہن میں تھی ہو بہو دوسرے کے ذہن میں بذریعہ الفاظ منتقل کر دی یہی وجہ ہے کہ شاعر جب دکھ بھری نظم کسی بزم یا انجمن میں سناتا ہے تو خود بھی روتا ہے اور دوسروں کو بھی رلاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب انسان کوئی خوشی والا شعر سنتا ہے تو وہ خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور جب کوئی افسردہ شعر سنتا ہے تو وہ بھی غمگین ہو جاتا ہے ہوتا یوں ہے کہ خوش ناخوش کے اندرونی بیرونی واقعات اور داخلی وخارجی ماحول کی تصویریں انسان کے ذہن میں اتر جاتی ہیں شاعر جب اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتا ہے تو یہ اس کا کمال فن ہے کہ اس کی چلتی پھرتی تصویریں اور منظر نامے آنکھوں کے سامنے گھوم جاتے ہیں اور قاری بھی اسی ماحول میں پرواز کر جاتا ہے بالکل شاعر کی طرح ان چیزوں کو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے یوں شاعر اور قاری کا رشتہ بذریعہ اِمیجری قائم ہو جاتا ہے پر اثر شاعری اِمیجری کے بغیر ممکن نہیں ۔اِمیجری حسن ادا اور شاعرانہ صناعی کا کام بھی کرتی ہے جو شعر جس قدر عمدہ طریقے سے ادا ہوا ہو گا اِمیجری اتنے ہی عمدہ طریقے سے منظر کشی کرے گی شاعری میں حسن ادا پیکروں پر منحصر ہے شاعری ایک مصوری ہے رنگ اور برش کے بغیر مگر اس میں پائے جانے والے احساسات اور جذبات ہی اس کے رنگ اور برش ہوتے ہیں الفاظ سے تصویر بنانا بہ نسبت قلم کے تصویر بنانا زیادہ مشکل امر ہے کیونکہ شاعر ایک ایسا مصور ہے جس کے پاس قلم ہے، کاغذ ہے، کوئی رنگ ہے نہ برش ہے ہاں اس کے پاس ایسے واقعات ہیں جو حقیقت سے بھرے پڑے ہیں اور محتاج ہیں الفاظوں کے بس شاعر انہیں الفاظ کچھ اس رنگ میں دیتا ہے کہ وہ اصل تصویر یا امیج کے مانند نظر آتے ہیں یہ شاعرانہ انداز اِمیجری کی معراج ہے۔

> "یوں تو ہر شخص اپنے کلام میں الفاظ سے معنی کی تصویر کھینچتا ہے لیکن اس صنعت کا استاد کامل وہ شاعر ہے جس کا دقیقہ سنج احساس اور نکتہ رس شعور ہو حقیقت کے وہ خدوخال دکھاتا بلکہ وہ چھپے ہوئے راز سامنے لاتا ہے جن کو غیر شاعر چاہتا ہے اور نہیں دیکھ سکتا ہے۔۔۔۔شاعر انہیں کو بیان کے موزوں ترین قالب میں ڈھالتا اور وہ صناعیاں دکھاتا ہے کہ دیکھنے والے دیکھتے ہیں اور حیران رہ جاتے ہیں اسی لیے شاعری معنوی مصوّری کہلاتی ہے"۔(۱۹)

اِمیجری بلیغ کلام کے لیے ضروری ہوتی ہے بلیغ کلام میں شاعر کی قوّت متخیلہ بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے کیونکہ امیج اور خیال کا بہت قریبی رشتہ ہے بعض اوقات خیال پر امیج کا گمان ہوتا ہے پردہ ذہن پر بننے والی تصویریں خیال سے ظہور پذیر ہوتی ہیں مگر اس خیال کا اظہار صرف پیکر کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے مثلاً ایک مالی جو گلستاں سے مختلف پھولوں کا ایک گلدستہ تیار کرتا ہے جو بہت بصورت ہوتا ہے مگر ایک مالی کے لیے صرف وہ ایک گلدستہ ہی ہے اس میں اور کوئی خاصیت نہیں مگر شاعر کے لیے وہ اِمیجری ہے جسے وہ مختلف رنگوں اور مختلف الفاظ میں بیان کرتا ہے اسی لیے اِمیجری جہاں عقل ووجدان اور معانی کی تحلیل اور تعلیل کا کام کرتی ہے وہاں شاعر کے کلام کو پر تاثیر بنا دیتی ہے اور وہ کلام فصاحت وبلاغت کا نمونہ پیش کرتا ہے اِمیجری کی یہ خاصیت ہے کہ سننے والے کے دل میں جگہ ضرور بنا لیتی ہے

اِمیجری شاعر کے حیات نامہ کا بھی آئینہ ہوتی ہے شاعر کس چیز میں رغبت رکھتا ہے کس چیز کو ناپسند کرتا ہے وہ شاعری میں سہل الفاظ کا استعمال کرتا ہے یا ثقیل الفاظ کا وہ مناظر قدرت کو کس رنگ اور کس آہنگ میں بیان کرتا ہے اس طرح شاعر کی فطرت اس کے رجحان اور عقائد کا اندازہ اِمیجری کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ امیجز داخلی اور خارجی دنیا کو متاثر کرتے ہیں جسمانی اور روحانی طور پر بھی امیجز اثر انداز ہوتے ہیں اگر کسی کے سامنے اس کے مرنے والے عزیز کی باتیں چھیڑی جائیں تو وہ بے ساختہ رونا شروع ہو جاتا ہے

کیونکہ اس کے سامنے وہ زندہ امیج کی صورت گھومنے لگتا ہے اس کے احسانات اور اس کی شفقت کے نقشے آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں یعنی جو کچھ ہو چکا ہوتا ہے اگر اس کا ذکر کیا جائے تو وہ زندہ امیجز کی صورت میں یادِ ماضی کو تازہ کر دیتا ہے۔

اِمیجری لامحدود ہے اس پر کوئی قید نہیں لگائی جاسکتی بعض اوقات ذہن انسانی میں محض خیالی اشیاء کے ایسے پیکر بن جاتے ہیں جو شاید ناممکنات کی دنیا سے ہوتے ہیں مگر وہ بھی اِمیجری کی دنیا سے باہر نہیں ہوتے شعری اِمیجری جذبات اور حسیّات کو بیدار کرتی ہے کلام کا فصیح و بلیغ ہونا، پُراثر ہونا اور ابہام و ایہام کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے جس انداز کو اپنایا جاتا ہے اس شاعرانہ بندش کو ادبی اصطلاح میں ادبی اِمیجری کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اِمیجری میں بعض اوقات ایک تصویر کی مدد سے دوسری تصویر کا رخ بھی پیش کر دیا جاتا ہے ظاہری پہلو کے علاوہ معنوی طور پر بھی اسے پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے (۲۰)

اس ایک شعر کو پڑھنے سے ظاہری طور پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اتنی وسیع کائنات جس کا احاطہ ناممکن ہے مگر شاعر نے تو اس کا مرکز خودی کو ٹھہرا دیا ہے خودی کی وسعت پھر کیا ہوگی دوسرا ہی لمحہ شاعر کہتا ہے کہ خودی کا نشیمن دل ہے اس حساب سے دل کائنات سے بھی زیادہ لمبا چوڑا ہونا چاہیے مگر شاعر نے دوسری چیز کا منظر نامہ سامنے رکھ کر اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ خودی کا مسکن دل ہے بلکل جیسے آنکھ کے چھوٹے سے تل میں بے پایاں کائنات سمائی ہوئی ہے اس طرح خودی کا ایسا نقشہ کھنچ جاتا ہے جیسے آنکھ کے تل میں فلک کا اس میں شاعر کی فن کاری اور اِمیجری کا عمل دخل ہے کہ پیچیدہ معاملات کو بھی بڑی آسانی سے بیان کیا جاسکتا ہے اس طرح امیجز کو تقابلی، مماثلی اور تضابی طور پر پیش کرنا شاعر کی اِمیجری کا حصّہ ہے اس طرح اِمیجری کا میدان عملی طور پر کافی وسیع ہے۔

قصّہ مختصر اِمیجری جہاں خارجی طور پر ادب کو مزّین کرتی ہے وہیں اس میں باطنی روح پھونکنا بھی اِمیجری ہی کا کام ہے شعر و شاعری میں سارا کمال اور اعجاز اِمیجری کی بدولت ممکن ہے اگر شعر میں سے اِمیجری کو نکال دیا جائے تو 'عبث' کے سوا کچھ باقی نہیں بچتا یوں ادب میں اِمیجری نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ توقیر احمد خاں، ڈاکٹر، اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی، اُردو اکادمی، دہلی، ۱۹۸۹ء، ص ۲۲

۲۔ انور جمال، پروفیسر، ادبی اصطلاحات، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۲ء، ص ۲۹

۳۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۰ء، ص ۴۸

۴۔ ولی محمد ولی، انتخاب ولی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی، ۱۹۷۱ء، ص ۲۰

۵۔ داؤد کشمیری، ڈاکٹر، اُردو شاعری میں اِمیجری، پرنٹ میڈیا، ممبئی، ۲۰۰۸ء، ص ۱۰

۶۔ کلیم الدین احمد، اُردو شاعری پر ایک نظر، عظیم پبلشنگ ہاؤس، پٹنہ، ۱۹۸۵ء، ص ۱۴۷

۷۔ نسرین، رئیس خان، ڈاکٹر، جوش کی پیکر تراشی، اُردو اکادمی، دہلی، ۲۰۰۲ء، ص ۱۰۰

۸۔ آسی الدنی، مکمل شرح دیوان غالب، صدیق بک ڈپو لکھنؤ، ۱۹۳۰ء، ص ۲۱

۹۔ قاضی افضال حسین، میر کی شعری لسانیات، عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی، ۱۹۸۳ء، ص ۴۲۔۴۴

۱۰۔ محمد اقبال، سر، بانگ درا، دائتو بُنکا یونیورسٹی، ٹوکیو، ۲۰۰۸ء، ص ۱۸

۱۱۔ قاضی افضال حسین، میر کی شعری لسانیات، عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی، ۱۹۸۳ء، ص ۴۵

۱۲۔ محمد اقبال، کلیات اقبال، بانگ درا، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء ص ۲۲

۱۳۔ جمیل ملک، ندیم کی شاعری، نوید پبلشرز، راولپنڈی، ۱۹۷۲ء، ص ۲۲

۱۴۔ احمد مشتاق، ہجر کی رات کا ستارہ، نیا ادارہ، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۲۵

۱۵۔ نجمہ خاتون، سو مشہور غزلیں، ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی، ۲۰۰۰ء، ص ۴۱

۱۶۔ منیر نیازی، تیز ہوا اور تنہا پھول، گورا پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۲۲

۱۷۔ شہزاد احمد، اَدھ کھلا دریچہ، علی برادرز، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۱۴

۱۸۔ عامر سہیل، ڈاکٹر، سید، مجید امجد نقش گر ناتمام، پاکستان رائٹرز کوآپریٹیو سوسائٹی، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۲۳

۱۹۔ عبدالرحمن، مراۃ الشعر، اتر پردیش اُردو اکادمی، لکھنو، ۱۹۷۸ء، ص ۱۴۱۔۱۴۲

۲۰۔ محمد اقبال، سر، بال جبرئیل، آفاقی اُردو کتب خانہ نیٹ ورک، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۲۵

References in Roman Script:

1. Touqeer Ahmad Khan, Dr., Iqbal ki Shairi Mien Paker Tarashi,Urdu Academy, Delhi, 1989,p.22
2. Anwar Jamal, Professor, Adbi Istlahat, National Book Foundation, Islamabad, 2012, p.29
3. Abul Ijaz Hafeez Siddiqui, Kashaf Tanqidi Istlahat, Moqtadra Qaumi Language, Islamabad, 1980, p. 48
4. Wali Muhammad Wali, Intakhab Wali, Maktaba Jamia Limited, Delhi, 1971, p.20
5. Dawood Kashmiri, Dr.,Urdu Shairi Mien Imagery, Print Media, Mumbai, 2008, p.10
6. Kaleemuddin Ahmad,Urdu Shairi par aik Nazar, Azeem Publishing House, Patna, 1985, p.147
7. Nasreen, Rais Khan, Dr. Josh Ki Pekar tarashi, Urdu Academy, Delhi, 2002, p. 100
8. Asi-ud-Dani,Shareh Dewan Ghalib, Sadiq Book Depot, Lucknow, 1930, p.21
9. Qazi Afzal Hussain, Mir Ki Sheri Lisaniyat, Arshiya Publications, Delhi, 1983, pp. 42-44.
10. Mohammad Iqbal, Sir, Bang-Dara, Daito Bunka University, Tokyo, 2008, p.18
11. Qazi Afzal Hussain, Mir ki Sheri Lisaniyat, Arshiya Publications, Delhi, 1983, p.45
12. Muhammad Iqbal, Kulyat Iqbal, Bang Dara, National Book Foundation, Islamabad, 2016, p. 22
13. Jameel Malik, Nadeem Ki shairi, Navid Publishers, Rawalpindi, 1972, p.22
14. Ahmad Mushtaq, Hijr Ki Raat Ka Sitara, New Institution, Lahore, 1976, p.25

15. Najma Khatun, So Mashoor Ghazalien, HS Offset Printers, New Delhi, 2000, p.41
16. Munir Niazi, Tez Hawa Aur Tanha Phool, Gora Publishers, Lahore, 1994, p.22
17. Shahzad Ahmad, Adh Khula Dreecha, Ali Brothers, Lahore, 1977, p.14
18. Aamir Sohail, Dr. Syed, Majid Majid Naqsh Gar Natamam, Pakistan Writers Cooperative Society, Lahore, 2008, p. 123
19. Abdul Rahman, Marat al-Shaar, Uttar Pradesh Urdu Academy, Lucknow, 1978, pp. 141-142
20. Muhammad Iqbal, Sir, Bal-e-Jibreel, Universal Urdu Library Network, Lahore, 2000, p. 25